گھریلو تشدد اور اس کا تدارک: مغربی اور اسلامی قوانین کا تقابلی مطالعہ

Domestic Violence and Prevention: A Comparative Study of Western & Islamic Law

Dr. Fareed Ud Din Tariq

Assistant Professor of Islamic studies, The University of Azad Jammu and Kashm, Muzaffarabad

Dr. Sobia Khan

Assistant Professor of Islamic studies, Govt. Sadiq College Women University Bahawalpur

Ghulam Mustafa

MS Islamic studies, Lahore Leads University, Lahore

Abstract

Domestic violence is one of the important problems among the social problems of present era; all the countries and societies are equally affected from it. In different Eras's of history laws are formed for its prevention. Different conferences are held from the forum of UN and joint declarations are released to member countries to legislate for the prevention of domestic violence. In west there were different movements for the women rights, from this movement either women got some benefits but its harmful aspect was that women opposed the men. In family system the status of both men and women was of partner and ally. Despite of all the efforts for the prevention of domestic violence on international level, the reason for not reduction in it is the wrong diagnose of problem. On the contrary, hundreds of years ago

Islam gave measures and instruction about the construction of family system and relationship between men and women, and in the light of these instructions a peaceful society can be formed. In this article reviewed the western society in regard of domestic violence. Especially for the prevention of domestic violence, analytical and research study of western and Islamic law is present. This research also explains the effective measures for its prevention. By following these measures a peaceful family system and society can be formed.

Keywords: Domestic Violence, Prevention, Western Law, Islamic *Sharī'ah*

تمہید

گھریلو تشدد دورِ حاضر کے معاشرتی مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ہے، دنیا کے تمام ممالک اور معاشرے اس سے یکساں متاثر ہیں۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں اس کی روک تھام کے لیے قانون بنتے رہے ہیں اقوامتحدہ کے فورم سے مختلف کانفرنسز منعقد ہوئی ہیں اور مشترکہ اعلامیئے جاری ہوتے رہے ہیں جن میں رکن ممالک کو گھریلو تشدد کی روک تھام کے لیے مؤثر قانون سازی کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ مغرب میں عورت کے حقوق اور آزادی کے نام پر بہت سے تحریکات وجود میں آئی، آزادی نسواں کی ان تحریکات سے عورتوں کو اگرچہ بعض فوائد حاصل ہوئے ہیں لیکن اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ اس نے مردوں اور عورتوں کو مد مقابل لا کھڑا کیا۔ دونوں کو فریق (party) اور حریف (Rival) بنا دیا۔ ان نسائی تحریکات کے نتیجے میں یوں تو عورت کا بہ ظاہر بہت سے حقوق مل گئے لیکن نظام خاندان بری طرح انتشار و پرگندگی کا شکار ہوا۔ نکاح کے ادارے (Institution) کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں، بدکاری اور آوارگی کو فروغ ملا۔ گھریلو تشدد روکنے کے لیے بین الاقوامی سطح پر کی جانی والی کوششوں حکومتوں کی مساعی اور نسائی تحریکات کی مہمات کے باوجود اس میں کمی نہ آنے کا سبب یہ ہے کہ مسئلہ کی غلط تشخص کی گئی اور مرد کا غلط طریقے سے علاج کرنے کی کوشش کی گئی۔ حالانکہ یہ تمام خیالات بے بنیاد اور غلط تجزیہ پر مبنی تھے۔ چناچہ صحیح تشخص اور صحیح علاج نہ ہونے کی بناپر مرض میں نہ صرف یہ کہ کوئی افاقہ نہیں ہے بلکہ اس کی شدت اور خطرناکی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اسلام نے اس مسئلے کی روک تھام کے لیے آج سے صدیوں پہلے تدابیر دی ہیں اور خاندانی نظام کی تشکیل واستحکام اور مرد و عورت کے تعلق کے بارے میں لیے ہدایات اور احکام دیے ہیں جن کی روشنی میں ایک پرسکون معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ مقالے میں اس کا

تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔اس موضوع پر مغرب میں تو تحریکِ حقوقِ نسواں کے تناظر میں ایک خاص تصور کے فروغ کے لیے بہت کام ہوا ہے، لیکن اس موضوع پر اس اعتبار سے تحقیق اور تقابلی اور تجزیاتی مطالعے کی ضرورت ہے کہ گھریلو تشدد روکنے کے لیے بین الاقوامی سطح پر کی جانی والی کوششوں حکومتوں کی قانون سازی اور نسائی تحریکات و مہمات کے باوجود اس میں کمی نہ آنے کا سبب کیا ہے۔اس کے برعکس اسلام نے اس مسئلے کی روک تھام کے لیے کون سے قوانین و تدابیر دی ہیں جو اس مسئلے کا مؤثر اور دیر پا حل نکال سکتی ہیں۔لہٰذا اس مقالے میں اس موضوع کا اس خاص تناظر میں تجزیاتی و تحقیقی مطالعہ پیش کیا ہے۔اس مقالے میں گھریلو تشدد کے حوالے سے مغربی معاشرے کا مختصر جائزہ لیا ہے اور اس مسئلے کے حوالے سے اسلام کے نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے، خاص طور پر گھریلو تشدد کی روک تھام کے لیے مغربی اور اسلامی قوانین و تعلیمات کا تجزیاتی اور تحقیقی مطالعہ پیش کیا ہے، اسی طرح یہ بھی وضاحت کی ہے کے اس مسئلے کے تدارک اسلام نے مؤثر تدابیر اختیار کی ہیں۔جن پر عمل کیا جائے تو ایک پر سکون خاندانی نظام اور معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔

گھریلو تشدّد

گھریلو تشدد کی مختلف صورتیں ہیں۔یہ جسمانی (Physical) بھی ہو سکتا ہے کہ فریقین میں سے کوئی دوسرے کو جسمانی طور پر ازیت دے، اسے مارے پیٹے جس سے اس کا بدن زخمی ہو جائے جنسی (Sexual) بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر بہ جبر اس سے جنسی تعلق قائم کرے۔مالی (Financial) بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جو کچھ کمائے دوسرا فریق اس پر قبضہ کر لے اور اسے اپنی مرضی سے خرچ نہ کرنے دے۔سماجی (Social) بھی ہو سکتا ہے کہ اسے اپنے سے حقیر سمجھے اور دوسروں کے سامنے اسے ذلیل کرے۔جذباتی (Emotional) بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے دوسرے فریق کے جذبات مشتعل ہوں، اسے غصہ آئے یا وہ رنج و غم میں مبتلا ہو نفسیاتی (Psychological) بھی ہو سکتا ہے کہ اسے ڈرائے دھمکائے، یا اپنی باتوں سے اسے اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا کرے، یہ تمام صورتیں گھریلو تشدد کے دائرے میں آتی ہیں[1]۔مرد اور عورت کو فطرت نے مخصوص وظائف سونپے ہیں اور ان کی بہتر طریقے پر انجام دہی کے لیے انہیں مخصوص اوصاف و خصائص اور صلاحیتوں کا وافر حصہ عطا کیا ہے۔عورت کا بنیادی کام بچوں کی پیدائش، پرورش، تعلیم و تربیت اور اندرون خانہ حسن انتظام ہے۔اس لیے اس کے اندر محبت و رافت، شفقت و رحمت اور حسن و نزاکت کا دریا یا موجزن کر دیا گیا ہے اور اسے خلقی طور پر کم زور بنیا گیا ہے۔مرد کے ذمہ عورت کی حفاظت و کفالت ضروریات زندگی کی فراہمی، بھاگ دوڑ، آفات، روزگار کا مقابلہ اور بیرون کانہ بہت سے کام رکھے گئے ہیں، اس لیے اسے تنومند بنایا گیا ہے اور جسمانی طاقت سے نوازا گیا ہے۔

مظلومیت نسواں عہد قدیم میں

اس فرق و امتیاز کو ملحوظ نہ رکھنے کی بنا پر مردوں نے عام طور پر عورتوں کے بنیادی حقوق پامال کیئے ہیں ان کو دبا کر رکھا ہے، ان کا استحصال کیا ہے اور ان پر ظلم و ستم کیا ہے۔عورت صدیوں سے مظلوم رہی ہے، دنیا کی تمام تہذیبوں اور

معاشروں میں اسے مرد سے کم تر حیثیت دی گئی ہے یونانی اور رومی تہذیب میں اسے دنیا کی تمام آفات و مصائب کی جڑ سمجھا جاتا تھا، ہندو تہذیب میں وہ مرد کی خادمہ اور ضمیمہ تھی، چنانچہ شوہر کا انتقال ہو جاتا تو وہ خود ہی اپنے آپ کو نذر آتش کر دیتی تھی، یا اسے زبر دستی زندہ جلا دیا جاتا تھا، جیتے جی بھی وہ ہر طرح کے ظلم و تعدی کا شکار رہتی تھی۔ [2]عہد جالیت میں عربوں کے بعض قبیلوں میں لڑکیاں باعث تنگ و عار سمجھی جاتی تھیں، چنانچہ پیدا ہوتے ہی انہیں زندہ در گور کر دیا جاتا تھا۔ یہودیت اور عیسائیت عورت کو گناہ کی محرک، بدی کی جڑ، معصیت کا سر چشمہ اور جہنم کا دروازہ قرار دیتی تھیں۔ ان کا نظریہ تھا کہ تمام انسانی مصائب کا آغاز عورت کی ذات سے ہوا ہے اور وہ دنیا والوں پر لعنت اور مصیبت لے کر آئی ہے۔ چنانچہ اس نقطہ نظر کی بنا پر عورت یورپی ممالک میں، جہاں عیسائیت کو بڑے پیمانے پر فروغ حاصل ہوا، طویل عرصہ تک اپنے بنیادی انسانی حقوق سے محروم رہی ہے۔ [3]

تحریک آزادی نسواں اور اس کے ثمرات

یورپ میں بنیادی حقوق (Fundamental Rights) انسانی حقوق (Human Rights) اور مساوی حقوق (Equal Rights) کی تحریکیں چلائی گئیں تو ان کا دائرہ حقوق نسوان تک وسیع ہوا۔ پہلے عورتیں تمام حقوق سے محروم تھیں، انہیں مردوں کا زیر دست اور محکوم سمجھا جاتا تھا۔ وہ تعلیم سے محروم رکھی جاتی تھیں حتی کہ بعض حلقے ان کی انسانیت میں بھی متردد تھے۔ ان تحریکات کے نتیجے میں انہیں پہلے تعلیم کا حق حاصل ہوا انھوں نے ابتدائی، ثانوی پھر اعلیٰ اور طبّی و صنعتی تعلیم حاصل کی۔ پھر انھیں دیگر سماجی، قانونی اور سیاسی حقوق حاصل ہوئے۔ تحریک آزادی نسواں کے علم برداروں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ عورتیں زندگی کی دوڑ میں مردوں کے مساوی ہیں۔ لہٰذا انھیں بھی تمام میدانوں میں مردوں کے مساوی حقوق ملنے چاہیے، جوں جوں عورتوں میں خود شناسی کا احساس پیدا ہوا اسی اعتبار سے تحریک نسواں میں شدت پیدا ہوتی گئی اور اس کے مطالبات کی فہرست طویل سے طویل تر ہوتی گئی ہر طرح کی آزادی کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ تعلیم نے انھیں معاشی طور پر خود کفیل بنایا اور انھیں ملازمت کے مواقع حاصل ہوئے۔ کہا گیا کہ ان کا کام محض شوہروں کی خدمت، بچوں کی پرورش اور گھروں کی دیکھ بھال نہیں ہے۔ ملازمتوں نے مردوں پر ان کا انحصار کم سے کم کیا اور ان میں یہ احساس پیدا کیا کہ نظام خاندان میں وہ مجبور محض اور مردوں کی دست نگر نہیں ہیں۔ [4]ان نسائی تحریکات کے نتیجے میں یوں تو عورت کا بہ ظاہر بہت سے حقوق مل گئے لیکن نظام خاندان بری طرح انتشار و پراگندگی کا شکار ہوا۔ نکاح کے ادارے (Institution) کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں، بدکاری اور آوارگی کو فروغ ملا۔ نسل انسانی کے استمرار و دوام کے لیے مرد و عورت کا جنسی تعلق ضروری تھا۔ اسے نکاح کے مقدس رشتہ سے منضبط کیا گیا تھا۔ آزادی نسواں کے نتیجے میں اب اس کی ضرورت نہ رہی۔ عورت کو اختیار مل گیا کہ وہ کسی بھی مرد کے ساتھ، جب تک چاہیے بغیر نکاح کے رہ سکتی ہے اور جب چاہیے اس سے علیحدہ گی حاصل کر سکتی ہے۔ نکاح کا مقصد زوجین کے جنسی جذبہ کی تسکین اور اولاد کے حصول تھا۔ اب عورت اس کی پابند نہ رہی۔ اس کی مرضی کے بغیر اب نہ شوہر اس سے جنسی تلذذ

حاصل کر سکتا ہے اور نہ اولاد کے حصول کی خواہش کر سکتا ہے۔ ولادت و رضاعت اور گھر کی دیکھ بھال میں مصروف رہنے کی وجہ سے اب تک وہ کمانے اور وسائل سندگی فراہم کرنے کی فکر سے آزاد تھی اور اسے تحفظ فراہم کرنے اور اس کے لیے اسباب معیشت اکھٹا کرنے کی ذمہ داری مرد پر تھی۔ اب وہ اپنی مالک آپ بن گئی۔ مرد کا اس پر تسلط اور اس کا مرد پر انحصار ختم ہو گیا۔ چنانچہ اب مرد کو اتنا بھی حق نہ رہا کہ وہ عورت سے کوئی ایسی بات کہہ سکے جو اس کے طبع نازک پر گراں گزرے۔ عورت میں یہ احساس بیدار ہو گیا کہ جب اس کے اور مرد کے تمام حقوق مساوی اور یکساں ہیں تو وہ مرد کی برتری اور بالادستی کیوں تسلیم کرے۔

تحریک آزادی نسواں سے عورتوں کو اگرچہ بعض فوائد حاصل ہوئے ہیں لیکن اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ اس نے مردوں اور عورتوں کو مد مقابل لا کھڑا کیا۔ نظام خاندان میں دونوں کی حیثیت رفیق (Partner) اور حلیف (ally) کی تھی اور دونوں کو مل کر تمدن کی گاڑی کھینچنی تھی۔ اسی بنا پر فطرت کی طرف سے دونوں میں ایک دوسرے سے محبت ، ہم دردی، اپنائیت اور غم گساری کے جذبات و دیعت کیے گئے تھے۔ تحریک آزاد نسواں نے دونوںں کو فریق (party) اور حریف (Rival) بنا دیا اور اپنے لیے زیادہ سے زیادہ حقوق حاصل کرنا اور دوسرے کے جائز حقوق کو بھی تسلیم اس تحریک کا مطمع نظر بن گیا۔

پھر جب مرد اور عورت دونوں فریق بن گئے تو مرد اپنے حقوق حاصل کرنے اور عورت پر اپنا تسلط جمانے میں پیچھے کیوں رہے۔ اس کے لیے اس نے اپنے دست و بازو کو بھی استعمال کیا۔ گھر کی چار دیواری میں یوں بھی باہر کے لوگوں کا زور نہیں چلتا، عملاً اقتدار مرد کو حاصل رہتا ہے ، چنانچہ مرد نے اس اقتدار کا خوب استعمال کیا۔ عورت جب زبانی تنبیہ و سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کے ذریعے اس کے قابو میں نہیں آئی تو اس نے زور بازو کا استعمال شرع کر دیا۔ مار کھانا عورت کا مقدر ٹھہرا، عہد قدیم میں بھی وہ مرد کی جانب سے جسمانی اذیتوں کا شکار تھی اور عہد جدید میں بھی اس کے حقوق کی طویل فہرست بن جانے کے باوجود اسے اذیتوں سے راحت نہ مل سکی۔

گھریلو تشدد: عالمی صورت حال اور قوانین کا جائزہ

حقوق نسواں کے علم برداروں نے اس صورت حال کا جائزہ لینے اس میں سدھار پیدا کرنے اور عورت کو اس سے نجات دلانے کے لیے ایک خاص اصطلاح وضع کی ہے۔ اور وہ ہے گھریلو تشدد (Domestic Violence) اس سے وہ کیا مراد لیتے ہیں؟ اس کا اندازہ اس کی تعریف سے کیا جا سکتا ہے۔ امریکہ کے ایک سرکاری ادارے U.S office on Violence against Women نے گھریلو تشدد کی یہ تعریف کی ہے:

"Pattern of abusive behavior in any relationship that is used by one partner to gain or maintain power and control over another intimate partner[5]"

وہ قریبی افراد (یعنی مرد و عورت) جو کسی بھی رشتہ میں منسلک ہیں، ان میں سے ایک کی جانب سے بد سلوکی کا رویہ، جو وہ دوسرے کے مقابلے میں طاقت اور اس پر کنٹرول حاصل کرنے یا برقرار رکھنے کے لیے ظاہر کرے۔

الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ یہی تعریف برطانیہ کے سرکاری ادارے The Children and Family Court Advisory and Support Service کی دستاویز Domestic Violence Assessment Policy میں بھی ملتی ہے۔[6] اس تعریف کا اطلاق یوں تو ایک ساتھ رہنے والے کسی بھی مرد و عورت پر ہو سکتا ہے، خواہ ان کے مابین کوئی بھی رشتہ ہو، لیکن عموماً اس سے مرد و عورت لیے جاتے ہیں جو رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر یا اس کے بغیر میاں بیوی کے طور پر رہتے ہیں۔ گھریلو تشدد کی مختلف صورتیں بتائی گئی ہیں۔ یہ جسمانی (Physical) بھی ہو سکتا ہے کہ فریقین میں سے کوئی دوسرے کو جسمانی طور پر ازیت دے، اسے مارے پیٹے جس سے اس کا بدن زخمی ہو جائے جنسی (Sexual) بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر بہ جبر اس سے جنسی تعلق قائم کرے۔ مالی (Financial) بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جو کچھ کمائے دوسرا فریق اس پر قبضہ کرلے اور اسے اپنی مرضی سے خرچ نہ کرنے دے۔ سماجی (Social) بھی ہو سکتا ہے کہ اسے اپنے سے حقیر سمجھے اور دوسروں کے سامنے اسے ذلیل کرے۔ جذباتی (Emotional) بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا کام کرے جس سے دوسرے فریق کے جذبات مشتعل ہوں، اسے غصہ آئے یا وہ رنج و غم میں مبتلا ہو نفسیاتی (Psychological) بھی ہو سکتا ہے کہ اسے ڈرائے دھمکائے، یا اپنی باتوں سے اسے اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا کرے، یہ تمام صورتیں گھریلو تشدد کے دائرے میں آتی ہیں۔ سماجی طور پر دیکھیں تو موجودہ دنیا کا سب سے گھمبیر مسئلہ گھریلو تشدد ہے۔ کوئی ملک اس سے محفوظ نہیں۔ تمام سماجوں، نسلوں اور طبقات میں یہ عام ہے۔ 1999ء میں 35 ممالک میں کرئے گئے سروے سے واضح ہوا تھا کہ 52 فی صد عورتیں زندگی میں کبھی نہ کبھی اپنے Intimate partners (یعنی شوہر یا جن کے ساتھ وہ بیویوں کی حیثیت سے رہتی ہٰن) کی جانب سے تشدد کا شکار ہوتی تھیں۔ مجموعی طور سے دیکھا جائے تو دنیا کی ایک تہائی عورتیں گھریلو تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔ World Health Organization کی ایک رپورٹ بتاتی ہے کہ پوری دنیا میں مقتول ہونے والی عورتوں میں سے چالیس فی صد ایسی ہوتی ہیں جن کے قتل کرنے والے ان کے شوہر یا بوائے فرینڈ ہوتے ہیں۔ World Bank کی ایک رپورٹ میں عورتوں کے اسباب موت میں گھریلو تشدد کو کینسر کی طرح خطرناک اقرار دیا گیا ہے۔ اس پر اقوام متحدہ کے ایک نمائندہ Yakin Erturk (Special rapporteur on violence against women) نے یوں روشنی ڈالی ہے:

"Violence against women is a universal phenomenon that persist in all countries of the world, and the perpetrators of that violence are often well-known to their victims[7]

عورتوں کے خلاف تشدد ایک عالمی مظہر ہے جو دنیا کے تمام ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس تشدد کا ارتکاب کرنے والے عام طور سے ان مظلومین کے نزدیک معروف ہوتے ہیں۔

صورت حال کے جائزے اور تدارک کے لیے عالمی کوششیں

گزشتہ صدی کی ساتویں دہائی سے نسائی تحریکات کی جانب سے عورتوں کے خلاف گھریلو تشدد کے مسئلے پر توجہ دی گئی اور اسے ایک عالمی مسئلہ کی حیثیت سے ابھار کر پیش کیا گیا۔ اقوام متحدہ نے اس مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اس سے متعلق مختلف قراردادیں منظور کیں اور ممبر ممالک کو ان کا پابند کرنے کی کوشش کی۔ 1992 میں UN Commission on the Status of Women نے ایک اسپیشل ورکنگ گروپ بنایا اور اسے اختیار دیا کہ وہ عورتوں کے خلاف تشدد پر اعلامیہ (Declaration on Violence against Women) کا ایک ڈرافٹ تیار کرے۔ 1993ء میں UN Commission for Human Rights نے ایک قرارداد منظور کی جس میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور تشدد کی تمام شکلوں خاص طور پر خواتین کے خلاف تشدد کی مذمت کی گئی تھی۔ اسی سال ویانا میں حقوق انسانی پر بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں عورتوں کے خلاف تشدد کا خاتمہ کرنے کے لیے جامع منصوبہ بندی کی گئی۔ اس موقع پر ایک اعلامیہ منظور کیا گیا جسے عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمہ کا علامیہ (Declaration on the Elimination of Violence against Women) نام دیا گیا۔ اس میں کہا گیا تھا کہ اقوام متحدہ اور اس کے ممبر ممالک پبلک لائف اور پرائیویٹ لائف دونوں سے عورتوں کے خلاف تشدد، جنسی ایذارسانی اور نظام عدل میں صنفی تفریق کے خاتمہ کے لیے کام کریں گے۔ یہ اعلامیہ دورِ حاضر میں بین الاقوامی سطح پر حقوق انسانی کی پہلی دستاویز تھا جس میں گھریلو تشدد کو موضوع بنایا گیا تھا اس میں زور دیا گیا کہ گھریلو تشدد عورت کے انسانی حقوق اور اس کو حاصل بنیادی آزادی کے خلاف ہے۔ 1993ء میں UN Commission for Human Rights نے ایک قرارداد منظور کی کہ ایک اسپیشل rapporteurکا تقرر کیا جائے جو گھریلو تشدد کے اسباب و عوامل کا جائزہ لے۔ اس کا کام یہ طے کیا گیا کہ وہ جامع طور سے بین الاقوامی سطح پر عورتوں کے خلاف تشدد کے اعداد و شمار جمع کرکے ان کا تجزیہ کرے اور تشدد روکنے کی تدابیر بتائے۔ 1995ء میں بیجنگ (چین) میں 4Th world conference on Womenمنعقد ہوئی۔ اس میں عورتوں کے خلاف تشدد کو ایک نازک اور سنگین مسئلہ قرار دیا گیا جو فوری توجہ کا متقاضی ہے۔ اس وقت کے اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل پطرس غالی نے صورت حال کی سنگینی کا خلاصہ کرتے ہوئے کہا تھا " عورتوں کے خلاف تشدد ایک عالمی مسئلہ ہے جو مسلسل بڑھ رہا ہے" اس موقع پر تشدد روکنے کے لیے platfoprm for action تجویز کیا گیا۔ 1996ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے UN Trust Fund قائم کیا جس کا مقصد عورتوں کے خلاف تشدد روکنے کے لیے مختلف تدابیر اختیار کرنا تھا۔

دس ممالک میں اقوام متحدہ کا سروے

1997ء میں اقوام متحدہ نے عورتوں کے خلاف تشدد کے سلسلے میں دنیا کے دس ممالک کا سروے کرایا۔ اس سروے کی رپورٹ The WHO Multi country Study on Women's Health and Domestic Violence against Women کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ اس رپورٹ نے عالمی سطح پر عورتوں کے خلاف گھریلو تشدد کو نمایاں کر کے پیش کیا گیا ہے۔ اس لیے اس کا خلاصہ بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس سروے کا مقصد یہ جائزہ لینا تھا کہ عورتوں پر ان کے Intimate partner کی جانب سے کتنا تشدد ہوتا ہے اور اس کا ان کی صحت پر کتنا اثر پڑتا ہے؟ سروے میں جن ممالک کو شامل کیا گیا ان کے نام یہ ہیں (1) بنگلادیش (2) برازیل (3) ایتھوپیا (4) جاپان (5) نامیبیا (6) پیرو (7) سموا (8) سربیا و مونٹے نیگرو (9) تھائی لینڈ (10) تنزانیا۔ سروے کے لیے انہیں مالک کو کیوں منتخب کیا گیا؟ اس کی وجہ رپوٹ یہ بتاتی ہے کہ وہاں عورتوں کے خلاف تشدد کے اعداد و شمار پہلے موجود نہیں تھے اور مقامی طور پر وہاں ایسے تشدد مخالف گروپ (Anti Violence Groups) سر گرم تھے جو یہ اعداد و شمار صورت حال کی بہتری اور تشدد کی روک تھام کے لیے استعمال کر سکتے تھے نیز وہاں ایسا سیاسی ماحول بھی پایا جاتا تھا جو اس مسئلہ سے بہ خوبی نمٹ سکتا تھا۔ ان دس ممالک کے پندرہ مقامات پر چوبیس ہزار عورتوں سے تشدد کی مختلف صورتوں (جسمانی، جنسی، نفسیاتی وغیرہ) سے متعلق سوالات کیے گئے۔ اس کے نتیجے میں یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ زیر سروے تمام ممالک میں گھریلو تشدد وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے۔ اس کا تناسب سب سے کم پندرہ فیصد جاپان میں اور سب سے زیادہ اکہتر فیصد بنگلا دیش، ایتھوپیا، پیرو اور تنزانیا میں ہے۔ زیادہ تر علاقوں میں تشدد کا تناسب 29 سے 62 فیصد کے درمیان تھا۔ جسمانی تشدد میں تھپڑ مارنا، کوئی چیز پھینک کر زخمی کر دیان، لات گھونسہ مارنا، ڈنڈے سے پٹائی کرنا اور بدوق یا کسی دوسرے ہتھایار سے نقصان پہنچانا، جنسی تشدد میں عورت کی مرضی کے خلاف یا اسے خوف زدہ کر کے جنسی تعلق قائم کرنا، نفسیاتی تشدد میں تذلیل و تحقیر کرنا اور ڈرانا دھمکانا شامل ہے۔ سروے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عموماً 15 سے 19 سال کی عورتیں جسمانی اور جنسی تشدد کا زیادہ شکار ہوتی ہیں۔ یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ تشدد سے عورتوں کی صحت پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان کے اعضائے بدن پر خراشیں اور چوٹیں آتی ہیں، آنکھ، ناک، کان زخمی ہو جاتے ہیں۔ ہڈی ٹوٹ جاتی ہے اور وہ بے ہوش ہو جاتی ہیں۔ زیادہ تر عورتوں کو دوران حمل بھی پیٹا گیا جس کے نتیجے میں ان کی دماغی صحت بھی متاثر ہوئی، چنانچہ ان میں سے بہت سوں نے مار کھانے کے بعد خود کشی کا ارادہ کیا۔ اس سروے کا خلاصہ عورتوں کے خلاف تشدد کے اسپیشل رپورٹر YAKIN ERTURK کے الفاظ یہ ہیں:

> "This study challenges the perception that home in a safe haven for women by showing that women are more at risk of experiencing violence in intimate relationship than any where else[8]

"یہ مطالعہ اس گمان کو چیلنج کرتا ہے کہ گھر عورتوں کے لیے محفوظ پناہ گاہ ہے۔اس لیے کہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کے لیے دوسروں کی بہ نسبت اپنے قریب ترین رشتہ داروں کی جانب سے تشدد کا زادہ خطرہ رہتا ہے۔"

دیگر ممالک کا جائزہ

یہ محض گنتی کے چند ملکوں کا معاملہ نہیں ہے بلکہ دنیا کے تمام ممالک اس تشویش ناک صورت حال سے گزر رہے ہیں۔ ان میں وہ ممالک بھی ہیں جن کے باشندوں کا تہذیبی و سماجی شعور زیادہ بلند نہیں ہے اور وہ ممالک بھی ہیں جنھیں عصر حاضر میں تہذیب و تمدن کا امام سمجھا جاتا ہے ہر جگہ عورتیں بری طرح ظلم و تشدد کا شکار ہیں اور ان پر ظلم ڈھانے والے کوئی اور نہیں ان کے شوہر، سابقہ شوہر، بوائے فرینڈ یا دیگر قریبی افراد ہیں۔ 2002ء WHO کی ایک رپورٹ کے مطابق آسٹریلیا، کینیڈا، اسرائیل، جنوبی افریقہ اور امریکہ میں کیے گئے مطالعات سے معلوم ہوا کہ مقتول عورتوں کی 40 سے 70 فی صد تعداد ان عورتوں کی تھی جو اپنے intimate partners کے ذریعے قتل کی گئیں۔ بعض سروے رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو عورتیں اپنے گھروں میں قریبی افراد، مثلاً شوہروں کے ذریعے تشدد کا شکار ہوتی ہیں ان کا تناسب سویڈن میں 70 فی صد جارجیا میں 50 فی صد، ڈومینیکین ریپبلک (Dominican) میں 48 فی صد، بوٹسوانا (Botswana) میں 60 فیصد، باربڈوس (Barbados) میں 30 فیصد مصر میں 34 فیصد اور نیوزی لینڈ میں 35 فیصد ہے۔ یورپی ممالک میں گھریلو تشدد کی بگڑتی ہوئی صورت حال کے پیش نظر 2002ء میں کونسل آف یورپ نے گھریلو تشدد کو پبلک ہیلتھ ایمرجنسی ڈکلیئر کر دیا۔ پوری دنیا میں گھریلو تشدد کے جتنے واقعات رپورٹ ہوتے ہیں ان میں سے ایک تہائی تعداد امریکہ اور برطانیہ کی ہوتی ہے۔ 2000ء میں کی میں کیے گئے ایک سروے کے مطابق امریکہ میں ہر سال تقریباً 13 لاکھ عورتیں اپنے قریبی رفقاء intimate partners کے ذریعے جسمانی تشدد اور ایذا رسانی کا شکار ہوتی ہیں۔[9] 2000ء میں جتنی عورتیں اسلحہ کے ذریعے قتل کی گئیں ان کی دو تہائی تعداد ان عورتوں کی تھی جنھیں قتل کرنے والے ان کے intimate partners تھے۔ Department of justice, U.S کے مطابق 1998ء سے 2002ء کے فیملی ممبرز کے خلاف تشدد کے 35 لاکھ واقعات رپورٹ کیے گئے۔ ان میں سے 49 فیصد واقعات زوجین (Spouses) کے خلاف تشدد کے تھے اور ان میں سے بھی 84 فیصد تعداد عورتوں کی تھی جو مردوں کے ہاتھوں تشدد اور بدسلوکی کا شکار ہوئی تھیں۔ اپنے جوڑے کے ساتھ بدسلوکی کے الزام میں جو لوگ جیل میں بند تھے ان میں سے 50 فیصد وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنے جوڑے کو قتل کر دیا تھا اور مقتول ہونے والوں میں زیادہ تعداد عورتوں کی تھی۔[10] 1992ء کی ایک رپورٹ کے مطابق انگلینڈ میں گھریلو تشدد کا شکار ہونے والی عورتوں کا تناسب 25 فیصد تھا۔[11] پولیس کو رپورٹ ہونے والے Violence Crimes میں سے 40 سے 45 فیصد وہ عورتیں ہوتی ہیں جنھیں قتل کرنے والے ان کے Male partners ہوتے ہیں۔[12] ماضی قریب کی ایک رپورٹ کے مطابق انگلینڈ اور Wales میں

ہر ہفتہ دو عورتیں موجودہ یا سابق Male partners کے ذریعے ہلاک کر دی جاتی ہیں اور ہر منٹ میں گھریلو تشدد کا ایک کیس رپورٹ کیا جاتا ہے۔[13] اسکاٹ لینڈ میں 2002ء۔2007ء میں گھریلو تشدد کے تقریباً 49 ہزار کیس درج کیے گئے۔ ان میں سے 87 فیصد کیس ایسے تھے جن میں عورتیں ظلم و تشدد کا شکار بنی تھیں اور ان میں بھی 90 فیصد واقعات متاثرہ عورتوں کے گھر میں پیش آتے تھے۔

بر صغیر کا معاملہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ Human rights watch کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں 90 فیصد عورتیں اپنے گھروں میں جسمانی جنسی اور نفسیاتی تشدد کا شکار بنتی ہیں۔ Human rights commission of Pakistan کی ایک رپورٹ کے مطابق 1993ء میں صوبہ پنجاب میں گھریلو تشدد کے 4 سو کیس ریکارڈ کیے گئے جن میں سے نصف بیویوں کے قتل کے تھے۔ UN population found کی ایک رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں 70 فیصد شادی شدہ عورتیں 15 سے 49 سال کی عمر میں گھریلو تشدد کا شکار بنتی ہیں ان کی پٹائی کی جاتی ہے اور ان کے ساتھ بہ جبر جنسی تعلق قائم کیا جاتا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں روزانہ 14 عورتیں اپنے شوہروں کے ہاتھوں موت کا شکار ہوتی ہیں۔ ہندوستان کے National crime record bureau سے معلوم ہوتا ہے کہ پولیس ریکارڈ کے مطابق ہر تین منٹ میں ایک عورت سے ارتکاب جرم ہوتا ہے اور ہر چھے گھنٹے میں ایک شادی شدہ عورت کی پٹائی سے موت ہو جاتی ہے اور اسے زندہ جلا دیا جاتا ہے یا خود کشی پر مجبور کیا جاتا ہے۔

گھریلو تشدد کی روک تھام کے لیے عصری قوانین اور ان کا تجزیہ

گھریلو تشدد کی اس انتہائی سنگین صورت حال میں سماجی مصلحین، سیاسی زعماء، قانون بنانے والی شخصیات اور اسے نافذ کرنے والے اداروں، سب کو پریشان کر رکھا ہے اور وہ اس کے تدارک کے لیے جی جان سے لگے ہوئے ہیں۔ 1999ء سے ہر سال اقوام متحدہ کی جانب سے 25 نومبر کو عورتوں کے خلاف تشدد کے خاتمہ کے بین الاقوامی دن کی حیثیت سے منایا جاتا ہے جس میں اس معاملے میں بیداری لانے اور گھریلو تشدد کی روک تھام کے لیے مختلف پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی جانب سے اس موضوع پر عالمی سطح کی کئی کانفرنسیں منعقد ہوئیں ہیں۔ متعدد اعلامیے منظور کیے گئے ہیں اور ممبر ممالک کو عورتوں کے خلاف تشدد روکنے کے لیے قوانین بنانے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس میدان میں اب تک کتنی پیش رفت ہوئی ہے اس کا اندازہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی ایک رپورٹ سے لگایا جا سکتا ہے جو انھوں نے 2006ء میں In-Depth study on all forms of violence against women کے عنوان سے پیش کی تھی۔ اس میں انھوں نے بتایا ہے کہ 89 ممالک نے عورتوں کے خلاف تشدد کے سلسلے میں legislative provisions بنائے ہیں ان میں سے 60 ممالک ایسے ہیں جنھوں نے Special domestic violence laws وضع کیے ہیں، اس کے علاوہ بہت سے ممالک نے گھریلو تشدد ختم کرنے کے لیے National plan of action تیار کیے ہیں۔ یہ صورت حال 2003ء کے مقابلے میں بہتر ہے جب UNIFEM نے anti-violence legislation کا ایک scan تیار

کیا تھا تو اس سے معلوم ہوا تھا کہ صرف 45 ممالک نے گھریلو تشدد کے سلسلے میں خصوصی قوانین بنائے ہیں۔ گھریلو تشدد روکنے کے لیے ہندوستان میں ایک قانون منظور کیا گیا ہے اس کا نام ہے : The protection of women from domestic violence Act 2005 یوں تو ایک دہائی قبل سے اس پر کام ہو رہا تھا۔ 1992ء میں ہندوستانی وکلاء نے گھریلو تشدد کے موضوع پر ایک ابتدائی ڈرافٹ تیار کیا تھا پھر 1994ء میں National commission for women NCW نے ایک بل تیار کیا۔ بعد میں ہندوستانی وکلاء نے نسائی تحریکات کے رہنماؤں کی مشاورت سے 1999ء میں ایک دوسرا بل تیار کیا۔ حکومت ہند نے 2001ء میں پارلیمنٹ میں ایک بل پیش کیا جس کا نام The protection from domestic violence bill 2001 تھا۔ کئی بار کی بحث و تمحیص اور نظر ثانی کے بعد اگست 2005ء میں اسے پارلیمنٹ نے منظور کیا۔ ستمبر 2005ء میں صدر جمہوریہ نے اس پر دستخط کیے اور 26 اکتوبر 2006ء سے ایکٹ کی صورت میں اس کا نفاذ ہوا۔ اس قانون کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

1۔ اس کے دائرہ میں تشدد کی تمام صورتیں (زبانی، جسمانی، جنسی، نفسیاتی، معاشی وغیرہ) کو شامل کیا گیا ہے۔ تشدد کی ہر وہ صورت، جس سے عورت کو جسمانی یا نفسیاتی طور پر اذیت پہنچے یا اس کی صحت یا زندگی کو خطرہ لائق ہو، اس میں شامل ہے۔

2۔ اس سے فائدہ اٹھانے کا حق صرف بیوی ہی کو نہیں، بلکہ اس عورت کو بھی ہوگا جو غیر شادی شدہ ہونے کے باوجود کسی مرد کے ساتھ رہتی ہو اور اس سے اس کا جنسی تعلق ہو۔

3۔ نہ صرف شوہر یا Male partner بلکہ اس کے قریبی رشتہ داروں، ماں، بہن، وغیرہ کے خلاف بھی کیس فائل کیا جا سکتا ہے۔

4۔ صرف مظلومہ ہی نہیں، بلکہ اس کا پڑوسی، رشتہ دار یا کوئی بھی سماجی کارکن اس کی طرف سے کیس درج کر سکتا ہے۔

5۔ مظلومہ اپنے partner کے جس گھر میں رہتی ہے، عدالت اس کا ایک حصہ اس کے استعمال کے لیے خاص کر دے گی اور ملزم کو نہ صرف یہ کہ اس الاٹ شدہ حصہ میں جانے کی اجازت نہ ہو گی، بلکہ مظلومہ سے زبانی، تحریری، فون یا ای میل سے کسی طرح کا رابطہ کرنا اس کے لیے ممنوع ہوگا۔

6۔ مجسٹریٹ نہ صرف یہ کہ مظلومہ کہ گزارہ کے لیے ماہانہ ایک رقم متعین کر دے گا، جس کی ادائیگی ملزم کے ذمہ ہو گی۔ بلکہ تشدد کے نتیجے میں مظلومہ کو پہنچنے والی جراحت خواہ وہ جسمانی ہو یا نفسیاتی، اس کا ہرجانہ بھی ملزم پر عائد کرے گا۔

مذکورہ قانون کی تفصیلات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گھریلو تشدد کی روک تھام کے لیے اس میں کتنی سختی رکھی گئی ہے۔ لیکن کیا یہ عورت کے درد کا درماں بن سکا۔ اس سے پراپرٹی کی مالک upper class کی بعض عورتوں کا فائدہ

اٹھانا ممکن ہوا کہ وہ اپنے شوہروں پر جھوٹے سچے الزامات لگا کر انھیں پریشان کرتی رہیں۔[14] اور نسائی تحریکات کے ان علم برداروں کی بھی باچھیں کھل گئیں جو عورت کی مظلومیت کا تمام تر ذمہ دار مرد اور اس کے خاندان والوں کو سمجھتے ہیں لیکن عام عورتوں کی غالب اکثریت کو اس سے کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ وہ اب بھی تشدد کا شکار ہیں۔ یہی حال دوسرے ممالک کا بھی ہے کہ وہاں تشدد روکنے کی ہزاروں کوششوں کے باوجود اس میں کامیابی نہیں مل رہی ہے۔ صورت حال کی سنگینی کا اندازہ 13 اکتوبر 2009ء کو پیش کی گئی اقوام متحدہ کی ایک حالیہ رپورٹ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:۔

> Despite efforts by Governments and campaigns carried out by international organizations violence against women continued on a wide scale in both developed and developing countries[15]

> "حکومتوں کی کوششوں اور بین الاقوامی تنظیموں کی مہمات کے باوجود عورتوں کے خلاف تشدد ترقی یافتہ اور ترقی پذیر دونوں طرح کے ملکوں میں بڑے پیمانے پر برابر جاری ہے۔

گھریلو تشدد: غلط تشخیص، غلط علاج

گھریلو تشدد روکنے کے لیے بین الاقوامی سطح پر کی جانے والی کوششوں حکومتوں کی مساعی اور نسائی تحریکات کی مہمات کے باوجود اس میں کمی نہ آنے کا سبب یہ ہے کہ مسئلہ کی غلط تشخص کی گئی اور مرد کا غلط طریقے سے علاج کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہ خیال کیا گیا کہ عورتوں کی مظلومیت کا سبب انھیں مردوں کے مساوی اور ان کے جیسے حقوق حاصل نہ ہونا ہے، چنانچہ تحریکیں چلا کر انھیں بھی وہ تمام حقوق دلائے گئے جن سے مرد بہرہ ور تھے۔ یہ خیال کیا گیا کہ ان کی مظلومت کا سبب ان پر بے جا پابندیاں اور آزادی سے محرومی ہے۔ چنانچہ ان کے لیے ہر طرح کی آزادی کی وکالت کی گئی اور انھیں یہ حق دلایا گیا کہ وہ اپنی مرضی کی آپ مالک ہیں کوئی حتیٰ کہ ان کے شوہر بھی ان پر اپنی مرضی نہیں تھوپ سکتے۔ یہ خیال کیا گیا کہ ان کی مظلومیت کا سبب مالی اعتبار سے مردوں پر ان کا انحصار ہے، چنانچہ ملازمتوں کے دروازے ان پر کھول دیے گئے اور انھیں خود کفیل بنا دیا گیا۔ حالاں کہ یہ تمام خیالات بے بنیاد اور غلط تجزیہ پر مبنی تھے۔ چنانچہ صحیح تشخص اور صحیح علاج نہ ہونے کی بنا پر مرض میں نہ صرف یہ کہ کوئی افاقہ نہیں ہے بلکہ اس کی شدت اور خطرناکی میں اضافہ ہو رہا ہے۔

گھریلو تشدد روکنے کے لیے اسلام کی تدابیر

گھریلو تشدد کے مسئلہ کو اسلام نے بہت خوبصورتی سے حل کیا ہے۔ اس نے خاندانی نظام کو جن خطوط پر استوار کیا ہے اور اسے صحیح طریقے پر چلانے کے لیے جو تعلیمات وہدایات دی ہیں ان پر کماحقہ عمل کیا جائے تو گھر جنت نظیر بن جاتا ہے اور ایک خاندان میں رہنے والے تمام افراد ہنسی خوشی زندگی بسر کرتے ہیں۔ نہ کسی کو اپنی حق تلفی کا احساس ہوتا ہے نہ

کسی کو دوسرے پر بے جا تشدد کا موقع ملتا ہے۔ سطور ذیل میں اسلام کی ان تعلیمات اور اقدار کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو گھریلو تشدد کو روکنے میں معاون بنتی ہیں۔

1۔ مرد اور عورت رفیق ہیں نہ کہ فریق

اسلام نے مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کا حریف اور مد مقابل نہیں، بلکہ رفیق اور ہمدرد بنایا ہے، جو ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کرتے اور باہم مل جل کر اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ۔[16] مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اس نے نظام خاندان میں زوجین کو ایک دوسرے کے لیے باعث سکون قرار دیا ہے اور باہم محبت اور رحم و کرم کرنے کی تاکید کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَ جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ۔[17] اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمھاری جنس سے بیویاں بنائی تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان محبت اور ہمدردی پیدا کر دی۔

2۔ حقوق میں مساوات اور فطری تقسیم کار

اسلام نے مردوں اور عورتوں کے درمیان مساوات کا اعلان کیا اور زندگی کے مختلف میدانوں میں عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق عطاء کیئے لیکن ان کے حقوق میں مساوات کا مطلب ان کے کاموں کی یکسانیت نہیں ہے اس نے دونوں نے دائرہ کار الگ الگ رکھے اور ان کی فطری صلاحیتوں کی رعایت کرتے ہوئے منصفانہ طور پر ان کے کام تقسیم کیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَہُنَّ مِثۡلُ الَّذِیۡ عَلَیۡہِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۪ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیۡہِنَّ دَرَجَۃٌ۔[18] اور عورتوں کے لیے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت اہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: الرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عن رعیّتہ والمراۃ راعیتہ علی اھل بیت زوجھا وولدہ و ھی مسئولۃ عنھم۔[19] مرد اپنے گھر والوں کا راعی یعنی نگران ہے اور اس سے اس کی رعیّت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور بچوں کی راعیہ یعنی نگران ہے اور اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

3۔ مرد کی ذمہ داری خاندان کی حفاظت اور نگرانی

زوجین کے مساوی حقوق کی وضاحت اور فرائض کی تعین کے ساتھ اسلام نے مرد پر ایک اضافی ذمہ داری یہ عائد کی کہ وہ خاندان کی سربراہی کرے، کسی بھی ادارے کا نظم بہتر طریقے پر اسی صورت میں چل سکتا ہے جب ایک شخص کو اس کا سربراہ بنایا جائے اور دوسرے افراد پر اس کی اطاعت لازم قرار دی جائے۔ اس ذمہ داری کو قرآن میں " قوامیت " سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوۡنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعۡضَہُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ وَّ بِمَاۤ اَنۡفَقُوۡا مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ۔[20] مرد عورتوں کے " قوّام " سربراہ ہیں اس سبب سے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ لفظ " قوام " سے کسی اعزاز، غلبہ و تسلط اور حاکمانہ

اقتدار و اختیار کا اظہار نہیں ہوتا، بلکہ حقیقت میں یہ صفت ایک انتظامی ذمہ داری کو ظاہر کرتی ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے: قوام یا قیم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد، ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی حفاظت ونگہبانی کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔[21]

4۔ عورت کو شوہر کی اطاعت کی تاکید

دوسری طرف اسلام نے عورتوں کو پابند کیا کہ وہ اپنے شوہروں کی اطاعت کریں اور کسی معاملے میں ان کی حکم عدولی نہ کریں۔ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ۔[22] پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت ونگرانی میں اُن کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں امام فخر الدین رازی نے اس آیت کی تفصیل میں لکھا ہے: آیت کے اس ٹکڑے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ قانتات کا معنی ہے اللہ کی اطاعت کرنے والیاں اور حافظات للغیب کا مطلب ہے شوہروں کے حقوق ادا کرنے والیاں۔ یہاں پہلے اللہ کی ادائی کا تذکرہ کیا گیا بعد میں شوہر کی ادائی کی بات کہی گئی۔ دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ پورے ٹکڑے میں شوہر کے حقوق کا تذکرہ ہے۔ قانتات کا مطلب یہ ہے کہ وہ شوہروں کی موجودگی میں ان کی اطاعت شعار ہوتی ہیں۔ اور حافظا للغیب کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کی غیر حاضری میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔[23] ذخیرہ حدیث میں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک عورت کا وصف یہ ہے کہ وہ شوہر کی اطاعت کرے اور اس کی کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ سے دریافت کیا گیا: کون سی عورت سب سے بہتر ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: التی تشرہ اذا نظر، وتطیعہ اذاامر، ولا تخالفہ فی نفسھا ولا مالھا بمایکرہ۔[24] "وہ عورت جس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو خوش ہو جائے اور وہ اسے کسی چیز کا حکم دے تو اس پر عمل کرے اور اپنی ذات کے بارے میں یا اس مال کے بارے میں جو اس کی تحویل میں ہے شوہر کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرے۔" شوہر کی اطاعت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جب وہ جنسی عمل کی خواہش کا اظہار کرے تو عام حالات میں بیوی اس سے انکار نہ کرے۔ رشتہ نکاح کی کی غرض وغایت ہی یہ ہے کہ زوجین جائز حدود میں رہتے ہوئے ایک دوسرے کے ذریعے جنسی تسکین حاصل کریں۔ متعدد احادیث میں اس کی تلقین کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اذا دعا الرجل امراته الی فراشه فابت ان تجئ لعنتها الملائکه حتی تصبح۔**[25] "اگر مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو فرشتے اس پر صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں" حضرت طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اذا دعا الرجل زوجته لحاجته فلتا ته وان کانت علی التنّور۔** "اگر مرد اپنی بیوی کو اپنی ضرورت سے بلائے تو وہ (فوراً) اس کے پاس چلی جائے خواہ (اسوقت) تنور پر بیٹھی ہو"

5۔ مرد کو بیوی کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت

اسلام نے مردوں کو ہدایت کی کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ وہ ان کی خادمائیں نہیں ہیں کہ ان کو اپنے سے کم تر سمجھیں ان کی تحقیر و تذلیل کریں یا ان کو جسمانی یا نفسیاتی اذتیں دی۔ میاں بیوی دونوں الگ الگ خاندانوں سے آ کر ایک خاندان تشکیل دیتے ہیں۔ ان کے درمیان مزاجی فرق عین ممکن ہے۔ اس کے لیے اگر بیوی کی کوئی بات یا کوئی رویہ شوہر کو ناگوار کرے تو اس سے نفرت نہ کرنے لگے، بلکہ اس کے ساتھ محبت، شائستگی اور ہمدردی کے ساتھ پیش آئے: **وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا**۔[26] "ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو، اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو، مگر اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔" حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: استوصوا بالنساء خیرا۔[27] عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لا یفرک مومن مومنة ان کرہ منہا خلقا رضی منہا اخر**۔[28] "کوئی صاحب ایمان مرد (شوہر) کوئی صاحب ایمان عورت سے نفرت نہ کرے اگر اسکی کوئی خصلت اسے بری لگی تو دوسری خصلت اس کے نزدیک پسندیدہ ہو گی۔" متعدد احادیث میں مردوں کو اپنی بیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اور لطف و کرم کے ساتھ پیش آنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خیر کم خیر کم لاہلہ وانا خیر کم الاھلی۔[29] "تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں تم میں بہتر ہوں اپنے گھر والوں کے معاملے میں۔" حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا وخیار کم خیار کم النسائھم خلقاً۔[30] اہل ایمان میں کامل ترین ایمان والے وہ ہیں جو اخلاق کے معاملے میں بہتر ہوں اور تم میں بہتر وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ سب سے اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں۔

6۔ عورت پر تشدد نہ کرنے کے صریح احکام

اسلام نے بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اور ان سے نفرت نہ کرنے کی عمومی ہدایات ہی نہیں دی، بلکہ صریح احکام کے ذریعے شوہروں کو ان پر ظلم تشدد کرنے سے روکا۔ اس مضمون کی چند احادیث ملاحظہ ہوں۔ حضرت عبداللہ بن زمعہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لا یجلد احدکم امراتہ جلدالعبدثم یجا معھافی آخر الیوم**۔[31] تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارے جس طرح غلام کو مارتا ہے کیونکہ پھر وہ دن گزرنے کے بعد اس کے ساتھ شب باشی کرے گا۔ حضرت لقلیط بن صبرہ بیان کرتے ہیں، ایک موقع پر میں نے ہاں حضرت ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میری بیوی کی زبان ٹھیک نہیں، یعنی وہ بدزبان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے طلاق دے دو، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کافی عرصہ میرے ساتھ گزار چکی ہے اور اس سے میرے بچے بھی ہیں۔ فرمایا: اسے سمجھاو بجھاو۔ اگر اس نے کچھ بھی خیر ہو گا تو وہ تمھاری مرضی کے کام کرنے لگے گی۔ اپنی گھر والی کو اس طرح ہر گز نہ مارو جس طرح اپنی لونڈی کو مارتے ہو۔ (**ولا تضربن ظعینتک ضربک آ**

میتّک)[32] ان احادیث میں بیوی کو مارنے کو ناپسندیدہ۔ غیر مطلوب اور قابل نفرت عمل کی حیثیت سے پیش کرنے کے لیے نفسیاتی تدبیر اختیار کی گئی ہے۔ شیخ رشید رضا (م 1354ھ) نے اس مضمون کی بعض احادیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "یہ احادیث مرد کو یاد دلاتی ہیں کہ اگر وہ جانتا ہے کہ اسے آئندہ ضرور اپنی بیوی سے ملنا اور خاص تعلق قائم کرنا۔ وہ تعلق جو دو انسانوں کے درمیان پایا جانے والا سب سے مضبوط اور محکم تعلق ہوتا ہے اور اس کے ذریعے دونوں کے درمیان مکمل اتحاد ہو جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کا تعلق دوسرے سے اس سے زیادہ قوی ہے جتنا اس کے اپنے اعضاء بدن کا ایک دوسرے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر وہ یہ تعلق اور اتحاد واقعاً محسوس کرتا ہے ۔جو فطرت کا تقاضا ہے تو کیوں کر اس کے شیان شان ہے کہ وہ اپنی بیوی کو جو اسی جیسی ہے اتنا ذلیل اور بے حیثیت کر دے جتنا اس کا غلام ہوتا ہے کہ وہ اسے اپنے کوڑے یا ہاتھ سے مارے، واقعہ یہ ہے کہ شرمیلے اور باعزت مرد کا مزاج ایسی زیادتی کرنے سے بچے گا، ان احادیث سے عورتوں کو مارنے کی انتہائی ناپسندیدگی ظاہر ہوتی ہے۔"[33] حضرت ایاس بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر مردوں کو تلقین فرمائی: لاتضربوا اماء اللہ۔ (اللہ کی باندیوں، یعنی اپنی عورتوں کو نہ مارو) اسی حدیث میں آگے ہے کہ ایک مرتبہ کئی لوگوں نے اپنی بیویوں کی پٹائی کر دی۔ اگلے دن وہ عورتیں ازواج مطہرات کے گھروں میں اکٹھا ہو کر اپنے شوہروں کی شکایت کرنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ تک شکایت پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: **لقد طاف بال محمد نساء كثير يشكون ازواجهن ليس اولئك بخياركم۔**[34] "محمد ﷺ کے گھر والوں کے پاس بہت سی عورتوں نے چکر لگائے ہیں اور اپنے شوہروں کی شکایت کی ہے۔ یہ لوگ تم میں سے اچھے آدمی نہیں ہیں"

7۔بے جا تشدد پر شوہر کی تعزیر ہو گی

اس سے بڑھ کر اسلامی شریعت نے یہ پہلو بھی انظر انداز نہیں کیا ہے کہ اگر کوئی مرد مذکورہ اسلامی تعلیمات کو پامال کرتا ہے اور اپنی بیوی کو ناحق ستاتا، اس کے ساتھ مار پیٹ کرتا اور ازیتیں دیتا ہے تو عورت کو حق ہے کہ وہ اسلامی عدالت سے فریاد کرے اور قاضی پر لازم ہے کہ اس کی شکایت درست پائے تو مرد کو تعزیری سزا دے۔ الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے: "فقہاء نے کہا ہے کہ شوہر اگر اپنی بیوی پر ظلم و زیادتی کرے تو حاکم یا قاضی اسے اس سے روکے گا۔ جمہور فقہاء نے صراحت کی ہے کہ قاضی یا حاکم اس پر شوہر کو سزاء دے سکتا ہے"[35]

اگر ان تعلیمات و ہدایات پر صحیح طریقہ سے عمل کیا جائے تو گھریلو تشدد کو آسانی سے کنٹرول کیا جا سکتا ہے، جن معاشروں میں ان پر عمل کیا جاتا ہے وہ امن و سکون کا گہوارہ ہوتے ہیں اور ان میں رہنے والے تمام افراد ہنسی خوشی زندگی گزارتے ہیں۔

نافرمانی اور سرکشی کی صورت میں تادیب کی اجازت

اس موضوع پر گفتگو مکمل نہیں ہو سکتی جب تک یہ وضاحت نہ کر دی جائے کہ اسلام نے مذکورہ بالا تدابیر کے ساتھ ایک استثناء بھی رکھا ہے اور وہ یہ کہ نظام خاندان میں اگر عورت اپنے شوہر کے حکموں کی تعمیل نہ کرے اور خود سری و سرتابی کا مظاہرہ کرے تو ایسی سرکش و نافرمان عورت کی اصلاح و تادیب کے لیے شوہر کو اسے معمولی نفسیاتی یا جسمانی سزا دینے کا اختیار ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالّٰتِی تَخَافُونَ نُشُوزَہُنَّ فَعِظُوہُنَّ وَاہجُرُوہُنَّ فِی المَضَاجِعِ وَاضرِبُوہُنَّ فَاِن اَطَعنَکُم فَلَا تَبغُوا عَلَیہِنَّ سَبِیلًا اِنَّ اللہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیرًا-[36] "اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاو خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور مارو، پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو۔ یقین رکھو کہ اوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالاتر ہے۔"اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ سرکش عورتوں کی اصلاح کے لیے ان کے شوہر تین تدابیر اختیار کر سکتے ہیں: اول انہیں سمجھائیں بجھائیں۔ دوئم: ان سے خواب گاہوں میں علیحدہ گی اختیار کر لیں۔ سوم: انہیں ماریں۔ خواب گواہوں میں رہتے ہوئے جنسی تعلق سے کنارہ کش رہنا۔ نفسیاتی تادیب ہے اور مارنا جسمانی تادیب۔ اسلام کی یہ تعلیم بعض ذہنوں میں الجھن پیدا کرتی ہے۔ اور بعض حضرات اسے اسلام پر اعتراض کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ اس لیے اس پر کسی قدر تفصیل سے اظہار خیال کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

"نشوز" کیا ہے؟

اس آیت میں عورتوں کی اصلاح سے متعلق جن تدابیر کا تذکرہ کیا گیا ہے انہیں اس صورت میں بروے کار لانے کی ہدایت کی گئی ہے جب ان سے نشوز کا ارتکاب ہو۔ نشوز کا لفظی معنی ہے بلند ہونا۔ اس معنی میں بلند زمین کو نشز اور نشاز کہتے ہیں: اصل النشوز الارتفاع ومنہ قیل للمکان المرتفع من الارض نشز ونشاز۔[37] قرآن کریم میں نشوز کا استعمال شوہر اور بیوی دونوں کے تعلق سے ہوا ہے۔ شوہر کے نشوز کا مطلب ہے بیوی پر ظلم و زیادتی[38] اور بیوی کا نشوز یہ ہے کہ وہ خود کو شوہر سے بالاتر کر لے اس کا کہنا نہ مانے، جس چیز کا شوہر حکم دے اس کے خلاف کرے اور اس سے نفرت کرے۔ راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔ نشوز المراۃ بغضہا لزوجہا ورفع نفسہا عن طاعتہ۔[39] عورت کے نشوز کا مطلب ہے اس کا اپنے شوہر سے نفرت کرنا اور اس کی اطاعت سے خود کو بلند سمجھنا۔ قرطبیؒ (م 671ھ) میں لکھا ہے: عصیانھن وتعالیھن عما اوجب اللہ علیھن من طاعۃ الازواج۔[40] یعنی وہ نافرمان ہو جائیں اور اللہ نے شوہروں کی جو اطاعت ان پر واجب کی ہے اس سے خود کو بلند سمجھنے لگیں۔ ابن کثیر (م 774ھ) فرماتے ہیں: النشوز ھو الارتفاع فالمراۃ الناشز ھی المرتفعۃ علی زوجھا التارکۃ لامرۃ المعرضۃ المبغضۃ لہ۔[41] النشوز کے لغوی معنی بلند ہونے کے ہیں۔ نشوز کرنے والی عورت وہ ہے جو خود کو اپنے شوہر سے برتر سمجھے۔ اس کا کہنا نہ مانے، اس سے اعراض کرے اور اس سے نفرت کا اظہار کرے۔

اردو مفسرین میں مولانا امین احسن اصلاحی (1997/1418ھ) نے لفظ نشوز کی اچھی تشریح کی ہے، فرماتے ہیں۔

"نشوز کے معنی سر اٹھانے کے ہیں، لیکن اس لفظ کا غالب استعمال اس سرتابی و سرکشی کے لیے ہوتا ہے جو کسی عورت کی طرف سے اس کے شوہر کے بالمقابل ظاہر ہو "۔[42] نشوز عورت کی ہر کوتاہی غفلت یا بے پرواہی یا اپنی شخصیت اور اپنی رائے اور ذوق کے اظہار کی قدرتی خواہش کو نہیں کہتے۔ نشوز یہ ہے کہ عورت کوئی ایسا قدم اٹھاتی نظر آئے جو مرد کی قوامیت کو چیلنج کرنے والا ہو اور جس سے گھر کی مملکت میں بدامنی و اختلال پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ عورت کا نشوز زبان سے بھی ہو سکتا ہے اور عمل سے بھی۔ مفسرین اور فقہاء نے نشوز کی بعض صورتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بیوی شوہر کی جنسی خواہش کی تکمیل میں تعاون کرنے سے انکار کردے۔[43] لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس میں شوہر کی ہر طرح کی نافرمانی شامل ہے۔علامہ رشید رضا لکھتے ہیں: "اکثر فقہاء نے شرعی نشوز کی چند صورتیں بیان کی ہیں۔مثال کے طور پر شوہر کی جنسی خواہش پوری کرنے سے انکار کردینا، گھر سے بغیر کسی ضرورت کے نکلنا، شوہر کے کہنے کے باوجود زیب و زینت نہ اختیار کرنا، دینی فرائض سے غفلت برتنا وغیرہ۔ظاہر ہے کہ نشوز کا مفہوم اس سے زیادہ وسیع ہے۔اس کا اطلاق ہر اس نافرمانی پر ہوگا جس کا سبب خود کو بڑا سمجھنا اور شوہر کے حکم سے سرتابی کرنا ہو۔[44]

مقصود تادیب ہے نہ کہ تشدد

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ مارنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے کہ عام حالات میں بیوی کی ضرور پٹائی کی جائے بلکہ مخصوص صورت حال میں جب اس کی سرکشی اور نافرمانی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہو شوہر کو اجازت دی گئی ہے کہ اگر دیگر تدابیر سے کام نہ چلے تو ناگزیر صورت میں بیوی کو بہت معمولی اور ہلکی جسمانی سزا دے سکتا ہے۔ساتھ یہ بھی پیش نظر رکھنے کی تاکید کی گئی ہے کہ اس جسمانی سزا کا مقصد تادیب ہے نہ کہ بیوی پر ظلم ڈھانا اور اس پر تشدد رواں رکھنا۔اسی وجہ سے اس معاملے میں غیر معمولی احتیاط برتنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیا تو اس میں یہ بھی فرمایا: **فاتقواللہ فی النساء فاتکم اخذتموھن بامان اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ ولکم علیھن ان لا یو طئن فرشکم احداً تکرھونہ فان فعلن ذلک فا ضربوھن ضرباغیرمترح ولھن علیکم رزقھن و کسوتھن بالمعرف۔**[45] "عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔تم نے انھیں اللہ کی امان میں لیا ہے اور ان کی شرم گاہیں تمہارے لیے اللہ کے کلمے کے ذریعے حلال ہوئی ہیں۔ تمھارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمھارے بستروں پر ایسے کسی شخص کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔اگر وہ ایسا کریں تو انھیں ایسی مار مارو کہ اس کا جسم پر کوئی نشان ظاہر نہ ہو اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ انھیں دستور کے مطابق کھانا کپڑا دو۔امام ترمذی میں حضرت عمرو بن الاحوص کے واسطے سے یہ خطبہ حجۃ الوداع نقل کیا ہے۔اس کے لفاظ کچھ مختلف تھے۔اس میں ہے: الاان یاتین بفاحشۃ مبینۃ فان فعلن فاھجروھن فی المضاجع واضربوھن ضرباًغیر مبرح۔[46] مگر یہ کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔اگر وہ ایسا کریں تو انہیں بستروں میں تنہا چھوڑ دو اور انھیں مارو،ایسی مار جس کا جسم پر کوئی نشان ظاہر نہ ہو۔"ضرب مبرح" اس مار کو کہتے ہیں جس میں سخت چوٹ لگے۔حدیث میں اس سے منع کیا گیا

ہے۔[47] حضرت ابن عباس سے ان کے شاگرد عطا نے دریافت کیا "ضرب غیر مبرح " سے مراد کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: مسواک جیسی چیز سے مارنا۔ [48] مارنے کا مقصد عورت کو ذلیل ورسوا کرنا، یا اسے جسمانی اذیت پہنچانا نہیں ،بلکہ اس کی اصلاح و تادیب ہے ،اس لیے علماء نے صراحت کی ہے کہ شوہر مارنے میں حتیٰ الامکان احتیاط ملحوظ رکھے۔ مثلاً چہرے پر نہ مارے ایک ہی جگہ نہ مارے لاٹھی ڈنڈے سے نہ مارے، بالکل ہاتھ سے، رومال سے یا کسی اور ہلکی چیز سے مارے، جس سے جسم پر کوئی نشان نہ پڑے، امام رازی نے مارنے میں مختلف احتیاطی تدابیر بتانے کے بعد لکھا ہے: وبالجملة فالتخفیف مرعی فی ھذاالباب علی ابلغ الوجوۃ۔[49] حاصل یہ کہ اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ تخفیف ملحوظ رکھنی چاہیے۔

اصلاحی تدابیر اختیار کرنے میں تدریج

ایک بات یہ بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ قرآن کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مزکورہ اصلاحی تدابیر میں تدریج ملحوظ رکھی جائے ۔ایسا نہ ہو کہ عورت کی جانب سے سرکشی کا اظہار ہوتے ہی بہ یک وقت تینوں تدابیر پر عمل کر لیا جائے، یا شوہر جب جس چیز کو چاہئے بروکار لے آئے۔ امام رازی فرماتے ہیں: آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سمجھانے کا حکم دیا ہے پھر اس سے آگے بڑھ کر بستروں میں تنہا چھوڑنے کو کہا ہے پھر اس سے آگے بڑھ کر مارنے کا حکم دیا ہے۔ یہ ایسی تمبیہ ہے جس سے تقریباً صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک ہلکے طریقے سے مقصد حاصل ہو وہاں تک اس پر اکتفا کرنا ضروری ہے۔ اسے چھوڑ کر سخت طریقے کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔[50] علامہ ابن الجوزی (597ھ) نے بعض اصحاب علم کا یہ قول نقل کیا ہے: **الا یة علی الترتیب فالو عظ عند خوف النشوز والھجر عند ظھور النشوز والضرب عند تکررہ واللجاج فیه ولا یجوز الضرب عند ابتداء النشوز۔**[51] آیت میں ترتیب ہے۔ سمجھایا اس وقت جائے گا جب سرکشی کا اندیشہ ہو۔ تنہا اس وقت چھوڑ دیا جائے گا جب سرکشی کا اظہار ہو اور مارا اس وقت جائے گا جب سرکشی کا بار بار اعادہ ہو اور عورت مستقل اس کا ارتکاب کرنے لگے۔ سرکشی کی ابتدا میں مارنا جائز نہیں ۔ قاضی ابن العربی المالکی (م543ھ) میں اس قول کو سعید بن جبیر کی جانب منسوب کرتے ہوئے اسے آیت مذکورہ کی سب سے اچھی تفسیر قرار دیا ہے۔[52]

مارنے کا حکم موجب قدح نہیں

اسلام پر اعتراضات کرنے والوں نے قرآن کے اس حکم کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کے نزدیک یہ عورت کی انسانیت کی توہین وتذلیل ہے کہ کوئی شخص حتیٰ وہ شوہر ہی کیوں نہ ہو، اسے مارے پیٹے۔ قابل غور یہ ہے کہ قرآن نے یہ حکم اس صورت میں ،جب دیگر تدابیر ناکام ہو جائیں، ناگزیر اصلاحی تدبیر کے طور پر دیا ہے۔ اس کا یہ حکم عام حالات میں اور عام عورتوں کے لیے نہیں ہے، بلکہ اس مخصوص صورت حال کے لیے ہے جب عورت خود سر ہو جائے، مرد سے نفرت کرنے لگے، اس کا کہنا نہ مانے اور اسے اپنے سے کمتر سمجھنے لگے۔ جن لوگوں کو قرآن کا یہ حکم عورت کی توہین وتذلیل

معلوم ہوتا ہے انھیں عورت کے باغیانہ تیور اور خود سری پر مبنی رویہ میں مرد کی تحقیر و تذلیل کا پہلو نظر نہیں آتا۔علامہ رشید رضا سے لکھا ہے: "ہمارے یہاں سرکش عورت کو مارنے کی مشروعیت پر مغربی تہذیب و معاشرت کی نقالی کرنے والے بعض حضرات ناک بھوں چڑھاتے اور ناگواری کا اظہار کرتے ہیں۔انھیں اس پر کوئی ناگواری نہیں ہوتی کہ عورت مرد کی سرتابی کرے اس پر اپنے بڑائی جتائے اور گھر کے سربراہ کو اپنا ماتحت ،بلکہ حقیر سمجھے ،اپنی سرکشی پر مصر رہے، یہاں تک کہ نہ اس کے وعظ و نصیحت پر نرم پڑے،نہ اس کی بے رخی اور ترک تعلق کی کوئی پرواہ کرے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ لوگ ایسی سرکش عورتوں کا کیوں کرعلاج و اصلاح کرتے ہیں اور ان کے شوہروں کو ان کے ساتھ کیسا معاملہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔شاید ان کے تصور میں ایک ایسی عورت ہوتی ہے جو نحیف و نزار ، تہذیب یافتہ اور اعلیٰ اخلاق کی حامل ہے جس پر ایک تند خو اور سنگ دل مرد ظلم ڈھاتا ہے اور دعوی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس قسم کی مار مارنے کی اجازت دے رکھی ہے اور وہ اسے خواہ کتنی ہی تکلیف پہنچائے اور کیسی ہی سزا دے اس پر کوئی گناہ نہیں، جیساکہ بہت سے سنگ دل مرد کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نہ اس ظلم کی اجازت دیتا ہے اور نہ اسے پسند کرتا ہے یہ صحیح ہے کہ بہت سے مرد تند خو اور سنگ دل ہوتے ہیں، جو عورت پر خوا مخواہ ظلم و زیادتی کرتے ہیں۔ایسے مردوں کی تنبیہ کے لیے بہت سی احادیث آئی ہیں اور ان کے معاملے میں قرآن کریم میں تحکیم ،کا اصول بیان کیا گیا ہے۔اسی طرح یہ بھی صحیح ہے کہ بہت سی عورتیں زبان دراز ، سرکش اور بہانے باز ہوتی ہیں۔وہ اپنے شوہروں سے نفرت کرتی ہیں،ان کے احسانات کی ناشکری کرتی ہیں محض بغض وعنا میں ان کے حکموں کی سرتابی کرتی ہیں انھیں ایسے کاموں پر مجبور کرتی ہیں جو ان کے بس میں نہیں ہوتے۔روئے زمین میں کیا فساد واقع ہو جائے گا اگر کسی متقی و پرہیز گار مرد کو اجازت دے دی جائے کہ وہ کسی ایسی عورت کے ہاتھ پر مسواک مار کر اس کی گردن پر ایک چپت رسید کر کہ اس کے بغض میں کچھ کمی کردے یا اس کی سرکشی و غرور کا کچھ پارہ اتار دے ،اگر ایسی چیز کا جواز ان کے مزاجوں پر گراں گزرتا ہے تو انھیں معلوم ہوتا چاہیے کہ ان کے مزاجوں میں فساد آ گیا ہے اور انھیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ان کے بہت سے انگریز دانشور پڑھی لکھی، تہذیب یافتہ، لباس پہننے کے باوجود عریاں نظر آنے والی دوسروں کی طرف مائل ہونے والی اور دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی عورتوں کو مارتے رہیں۔ایسا ان کے دانشوروں نے بھی کیا ہے اور مذہبی لوگوں نے بھی،ان کے حکمرانوں نے بھی کیا ہے اور ان کے سربرآوردہ طبقہ کے لوگوں نے بھی۔یہ ایسی ضرورت ہے جس سے ان تعلیم یافتہ عورتوں کی عزت افزائی میں غلو کرنے والے بے نیاز نہیں ہیں تو ایک ایسے مذہب میں اس کی ضرورت اور اس کے مباح ہونے ہر ناگواری کا کیوں کر اظہاار کیا جا سکتا ہے جو بدوی اور متمدن انسانون کے تمام طبقات کے لیے عام ہیں۔"[53]

خلاصہِ بحث

اس بحث کا خلاصہ یہ کہ گھریلو تشدد روکنے کے لیے بین الاقوامی سطح پر کی جانی والی کوششوں حکومتوں کی مساعی اور نسائی تحریکات کی مہمات کے باوجود اس میں کمی نہ آنے کا سبب یہ ہے کہ مسئلہ کی غلط تشخص کی گئی۔یہ خیال کیا گیا کہ عورتوں

کی مظلومیت کا سبب انھیں مردوں کے مساوی اور ان کے جیسے حقوق حاصل نہ ہونا ہے، ان پر بے جا پابندیاں اور آزادی سے محرومی ہے۔ اور مالی اعتبار سے مردوں پر ان کا انحصار ان کی مظلومیت کا سبب ہے، حالاں کہ یہ تمام خیالات بے بنیاد اور غلط تجزیہ پر مبنی تھے۔ چناچہ صحیح تشخص اور صحیح علاج نہ ہونے کی بنا پر مرض میں نہ صرف یہ کہ کوئی کمی نہیں آئی بلکہ اس کی شدت اور خطرناک حد تک اضافہ ہو رہا ہے۔ عالمی قونین کی تفصیلات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گھریلو تشدد کی روک تھام کے لیے اس میں کتنی سختی رکھی گئی ہے۔ لیکن کیا یہ عورت کے درد کا درماں بن سکا۔ اس سے پراپرٹی کی مالک upper class کی بعض عورتوں کا فائدہ اٹھانا ممکن ہوا کہ وہ اپنے شوہروں پر جھوٹے سچے الزامات لگا کر انھیں پریشان کرتی رہیں۔ لیکن عام عورتوں کی غالب اکثریت کو اس سے کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ وہ اب بھی تشدد کا شکار ہیں۔

تحریک آزادی نسواں سے عورتوں کو اگرچہ بعض فوائد حاصل ہوئے ہیں لیکن اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ اس نے مردوں اور عورتوں کو مدمقابل لا کھڑا کیا۔ نظام خاندان میں دونوں کی حیثیت رفیق (Partner) اور حلیف (ally) کی تھی اور دونوں کو مل کر تمدن کی گاڑی کھینچنی تھی۔ تحریک آزاد نسواں نے دونوںں کو فریق (party) اور حریف (Rival) بنا دیا۔ ان نسائی تحریکات کے نتیجے میں یوں تو عورت کا بہ ظاہر بہت سے حقوق مل گئے لیکن نظام خاندان بری طرح انتشار و پرگندگی کا شکار ہوا۔ نکاح کے ادارے (Institution) کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں، بدکاری اور آوارگی کو فروغ ملا۔

اسلام کی تمام تعلیمات میں غیر معمولی اعتدال اور توازن پایا جاتا ہے۔ اسلام نے عورت پر بے ظلم ڈھانے اور تشدد کرنے کی اجازت دی ہے اور نہ اسے کھلی چھوٹ دے دی ہے کہ وہ شوہر کی جتنی چاہے نافرمانی کرے، مگر شوہر اس سے کچھ نہ کہے۔ اس نے ایک طرف شوہر کو حکم دیا کہ بیوی کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آئے اور اچھا سلوک کرے دوسری طرف اس کو اس بات کی بھی اجازت دی کہ اگر بیوی کی طرف سے سرکشی کا مظاہرہ دیکھے تو اس کی اصلاح کی کوشش کرے اور ضرورت پڑنے پر اس کی تادیب اور سرزنش کرے۔

گھریلو تشدد کے مسئلہ کو اسلام نے بہت خوبصورتی سے حل کیا ہے۔ اس نے خاندانی نظام کو جن خطوط پر استوار کیا ہے اور اسے صحیح طریقے پر چلانے کے لیے جو تعلیمات وہدایات دی ہیں ان پر کماحقہ عمل کیا جائے تو گھر جنت نظیر بن جاتا ہے اور ایک خاندان میں رہنے والے تمام افراد ہنسی خوشی زندگی بسر کرتے ہیں۔ نہ کسی کو اپنی حق تلفی کا احساس ہوتا ہے نہ کسی کو دوسرے پر بے جا تشدد کا موقع ملتا ہے۔

Reference

1 Fran P. Hosken, *'Towards a Definition of Women's Rights' in Human Rights Quarterly,* Vol. 3, No. 2. (May 1981), 1–10

2Bonnie G Smith (2008). *The Oxford Encyclopedia of Women in World History: 4 Volume Set*. (London: Oxford University Press, 2008), 426–27

3 Smith, *The Oxford Encyclopedia of Women in World History: 4 Volume Set*, 428–29.

4 Helene Stöcker, Lebenserinnerungen, hg. von Reinhold Lütgeeier-Davin u. Kerstin Wolff. Köln: Böhlau, 93, 100–01.

5 http:www.usdoj.gov/ovw/domviolence.htm

6.http:www.cafcass.gov.uk/English/publications/consulations/04DecDV%20policy.pdf

7 Foreword on WHO Multi-Country study on women's health and domestic violence against women.

8 Foreword on WHO Multi-Country study on women's health and domestic violence against women

9National violence against women survey (2008) available at http:www.ojp.usdoj.gov/nij/pubs-sum/183781.htm

10 US Deptt. of justice NCJ 207846, Bureau of Justice statistics, Family Violence Statistics :including statistics on strangers and Acquaintance,at 31-32(2005) available at:http:/www.ojp.usdoj.gov/bjs/pub/pdf/fvs.pdf

11 Women's Aid Federation (England) Report,1992

12 Domestics Violence-Action for Change, G.H-ague & E.Malos 1993

13 Crime in England and Wales 2006/2007 report

14 http:498a.wordpress.com,http://victims-of-law.blogspot.com

15 -UN Report,13th Oct.2009 (Press Trust of India

16Al-Tawbh 9: 71

17Al-Room 30 : 21

18Al-Baqrah 2 : 228

19Mohammad ban Ismāel al-Bukhārī, ,*Al Jameh al-Sahīh*, kitāb al-Ahkam (Beirūt: Maktab al-Islamī, Beirūt, 1401 /1981), No: 7137; Muslim, Al-Sahīh, kitāb Al- Amārah ,No: 1829

20*Al-Nisa* 4 : 34

21 Mawdūdī, Syed Abū al-'Ahlā, *Tafheem Al-Quran* (Lahore: Idāra Tarjumān al-Quran, 1994) , 1:349.

22 *Al-Nisā* ' 4 : 34

23 Fakhr al-Din Razī, *Mafatih al-Ghayb* (Beirūt: Dār al-Fikr, 1983), 10: 80.

24 Ahmād Ibn Shoiab Abu Abd al- Rehmān al-Nisā', *Al-Sūnan Al-kūbra* , kitāb al-Nikāh, , (Beirūt: Dār al-Kutub al-Ilmiyyah, , 1411 AH), No: 3231, Musnad Ahmed , I: 251.

25 *Būkharī*, Saḥiḥ kitaab al-Nikāh, 5193; Mūslim, kitāb al-Nikāh, No: 436.

26*Al-Nisā* 4 : 19

27*Būkharī*, Saḥiḥ kitaab al-Nikāh, No: 5186.

28Muslim, *Sahih,* No: 1469.

29 Abbū Isā Muhammad Ibn Isā Ibn Sūrah al-Termadhī, *Jām' Tirmdhī*, Abwāb Al-Manāq (Beirūt : al-Kūtūb Al-Ilmiyyah, 1418 AH), no: 3895.

30 Al-Termadhī, *Jām' Tirmdhī*, no: 1164.

31 *Būkharī*, Saḥiḥ kitaab al-Nikāh, No: 5186..

32 Abū Dāwūd Sūlāimān Ibn Ashath Ibn Ishāq Sajastānī, *Al-Sunan*, kitāb Al-Tahārah, bāb fi al-Istesna (Beirūt: Dār al-Fikr, 1414 AH), No: 142.

33 Mohāmmad Rashīd Ridā *Tafseer Al-Manār* (Beirūt: Dār al-Fikr 1983 AD), 5: 75, 76.

34 *Al-Sūnan Abī Dāwod*, kitāb Al-Nekāh, baab fi zarb Alnisā, 2146 -*Sūnan Ibn Majā*, kitāb Al-Nekāh, bāb zārb Al'nisā, No: 1985.

35 *Al-Mawsū'ah al-fiqhiya* (Kuwait: nd), 40: 305. 306.

36 *Al-Nisa* 4 : 3434.

37 Ibn Manzūr al-Afrīqī, *Lisān al- Arab* (Beirūt: Dār al-Sādar,1956 AD), 5: 418.

38 Al-Johrī, *Al-Sihāh fi al-Lugah*,(Beirūt: Dār al-Khazara al-Arabiā, 1407 AH), 355- Johrī, *Taaj ūl-lūga*, 1: 438.

39s'fhanī, abbū al Qasim Raghib Hūssāin ban Mohāmmad ,Mūfferedāt Al-Qūran,) Māktabā Mūstafā Al-Bābi al hābli, al-Qahira, 1961 (, p. 495

40Al-Qūrtābī, Abbū Abdūllāh Mohāmmad ban Ahmed ban Muhāmmad ben yahyā ban Mafraj, *Jāme Al-Ahkām ul Qūrān*, (Al-Qāhira Misar 1952), j 5, p 170-171

41 Ibn kasthīr, *Tafseer al -Quran Al-Azim* (Cairo: Maktaba al-Qayima, 1987), 1: 642.

42Amin Ahsan Islāhī, *Tadābbūr-i- Quran*, 2: 292-293.

43 Abū Hayyān al-Unadalusī, *Behr al-Mūhīt* (Egypt:1328 h), 3: 340.

44Allāma Rashīd Ridā *Tafseer al-Manār*, 5: 76.

45*Mūslim*, Saḥīh, No: 1218.

46 *Al-Termadhī, Al-Sunan*, No: 1164

47 Ibn al-Athīr, *Al-Nahaya fi Ghareeb Al-hadith wa al-Āsār*, (Iran: Mātbūatī, Qūm, 1364 AH), 1:70.

48Tabrī, Abū Jaffar Mohammad Ibn Jarīr al-Tabarī, , *Jām' al- Bayān fi Tafseer Āy al-Quras* (Beirūt: Dār al- Ma'rifā , 1400 /1980 (, 8: 314.

49*Razī, Mafātiḥ* 10: 84.

50. *Razī, Mafātiḥ* 10: 84.

51Ibn al-Jawzī, *Zād al-Maysīr fī Ilm al-Tafseer* (Beirūt: al-Maktbah al-Islamī, 1990) ,2: 79.

52 Ibn Arabī Al-Mālkī, *Ahkām al- Quran* (Beirūt: Dār al-Khayl, 1958), 1: 175.

53*Rashīd Ridā, Tafseer al- Manār*, 5:74, 75.